Regd No L- 1981 Phone No 2294

TAMEER-E-HAYAT

(FORTNIGHTLY)

DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

ESTD. 1903

قدرتی تیل

جوڑوں کے درد، زخم، چوٹ، موچ، کٹنے، جلنے میں مفید ہے

کارخانہ دار الصحت مئوناتھ بھنجن یوپی

القراءة الراشدة

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں اسلامی تاریخ، نامور اسلامی شخصیتوں، ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور اسکی نامور شخصیتوں کے متعلق اسباق، اسلام اور ہندوستان کی تاریخ کا خلاصہ، مشہور دینی درسگاہوں کا تعارف، معلومات عامہ اور ضروری مضامین آگئے ہیں، اصلی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سبق دینی روح سے خالی نہ ہو اور کسی ایسے تجربہ یا حقیقت کی طرف رہبری کرتا ہو، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد نے اس کو داخل نصاب کیا ہے۔

قیمت حصہ اول ... حصہ دوم ... حصہ سوم ...

قصص النبیین للاطفال

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں ایک طرف زبان کی تعلیم کے جدید اصول اور ماہرین تعلیم و نفسیات کے تجربات کا اس طرح لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ کتاب عربی زبان کی تعلیم کا بہترین اور سہل ترین ذریعہ بھی ہے، دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور قصوں کو اس پیرایہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول خود بخود طلباء کے ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ہیں، اس سلسلہ کو ممالک عربیہ میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے!

قیمت حصہ اول ۷۵/- ، حصہ دوم ۷۵/- حصہ سوم ۱/۷۵

مختارات

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

یہ کتاب عربی کی متوسط اور اعلیٰ دونوں جماعتوں کے نصاب میں داخل کرنے کے لائق ہے اپنی خصوصیات کے لحاظ سے اس وقت تک ادب عربی کی کوئی کتاب اس کا بدل نہیں بلکہ یہ دوسری کتابوں کا نعم البدل ہے، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد کے علاوہ لکھنؤ، علیگڑھ کلکتہ پنجاب اور مدراس یونیورسٹیوں اور بہت سے کالجوں میں داخل نصاب ہے، شام کے کالجوں میں بھی داخل نصاب ہے۔

قیمت حصہ اول ... حصہ دوم ...

منثورات

از: مولانا محمد رابع ندوی

اس کتاب میں مصنف نے ان جاندار ٹکڑوں کا انتخاب کیا ہے جو زبان کے محاسن اور کلام کی بلاغت کے ساتھ دینی و اخلاقی تربیت کا کام بھی دے سکتے ہیں اور اسلامی جذبات پیدا کرنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں، سیرت نبوی، تاریخ اسلام اور مستند و صاحب طرز انشاء پردازوں کی نثر کے نمونے پیش کئے گئے ہیں جو عربی زبان و ادب کی بہترین نمائندگی کرتے ہیں نثر قدیم کے ساتھ نثر جدید اور نظم قدیم بھی شامل ہے، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد نے داخل نصاب کیا ہے۔

قیمت ...

استری سدھار

استری سدھار ہندوستانی جڑی بوٹیوں کے ستوں کا مرکب ہے۔ جس کو آیورویدک طریقہ سے تیار کیا گیا ہے۔ جس کو صرف بالغ عورتیں ہی استعمال کر سکتی ہیں۔ یہ دوا عورتوں کے پوشیدہ امراض جیسے لکوریا (سیلان رحم) بے قاعدگی ایام یا درد کے ساتھ، عدود رحم کا سوجنا۔ اور مقدار سے زیادہ خون آنا وغیرہ وغیرہ کے دور کرنے میں بھی مدد کرتی ہے۔

نیز ______ اور کردہ ______

بھارت کیمیکل اینڈ فارمسیٹیکل لیبارٹری (نشاط گنج) لکھنؤ۔

پندرہ روزہ

۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء مطابق
۱۶ شعبان ۱۳۸۵ھ

تعمیر حیات

شعبۂ تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

چندہ سالانہ
سات روپے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

ایڈیٹر سید محمد الحسنی
معاون سعید الاعظمی ندوی

مکتبہ دارالعلوم کی دوسری مطبوعات

دہلی اور اس کے اطراف

از مولانا حکیم سید عبد الحی [illegible] سابق ناظم ندوۃ العلماء

یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامچہ ہے جو انیسویں صدی کے اخیر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، متنوع اور پختہ تھا، آپ کو اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق سلیم، کہیں تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور ان کی شاخوں اور قسموں پر اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جابجا ملیں گے۔ قیمت مجلد [illegible] روپیہ

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء

یہ جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت و تاریخ و ادب عربی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسی وجہ سے کسی جگہ کی جغرافیائی اہمیت کے ساتھ اس کی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں قدیم و جدید دونوں ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اہم مقامات کے قدیم ناموں کے ساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جگہ جگہ وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اس کتاب کو عالم عربی کے اخبارات نے اچھے انداز میں لیا ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔ قیمت ۵ روپیہ

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی

از مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ عالم، اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات، جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔ قیمت [illegible]

العقیدۃ السنیۃ

از مولانا محمد اویس ندوی، شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء

یہ کتاب شاہ ولی اللہ کے رسالہ العقیدۃ الحسنۃ کی شرح ہے، اس کتاب میں نازک اور پیچیدہ مسائل اس طرح آسان اور واضح کر دیئے گئے ہیں کہ طلبا تھوڑی سی محنت سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں، مولانا نے اس سلسلہ میں ابن تیمیہ، ابن قیم اور بعض دوسرے ائمہ کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے، مدارس عربیہ کیلئے ایک بیش بہا کتاب، طلبہ اور اہل علم کیلئے بہترین تحفہ۔ قیمت [illegible]

سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

از: سید محمد الحسنی، مدیر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"

پیش نظر کتاب میں مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کی سیرت اور انکی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ندوۃ العلماء جیسی حیات آفریں تحریک کا قیام، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار دور نظامت، سلوک و تربیت اور عمومی بیعت و اصلاح کے ذکر کے ساتھ ساتھ [illegible] عیسائیت، بہائیت، فتنہ قادیانیت کے استیصال پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی سیرت کے ساتھ ندوۃ العلماء کی مختصر تاریخ بھی نظروں کے سامنے آجائے۔ کتاب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے مقدمہ سے مزین ہے!

مسئلہ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء

اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کو ٹھوس علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی، عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل [illegible] قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدہ ختم نبوت میں شک و شبہ کرنے والے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے! قیمت: ۲ روپے ۱۵ نئے پیسے

تمرین الصرف، تمرین النحو

جب سے مدارس میں کم عمر کے طلبہ [illegible] داخل ہونے لگے ہیں، پڑھانے والوں کو اس کا احساس [illegible] صرف و نحو کی پرانی کتابیں ان کے سن و سال، ذہن و طبیعت کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتیں [illegible] دارالعلوم [illegible] مولانا [illegible] ندوی، مولانا معین اللہ ندوی نے مرتب کیا ہے۔ قیمت [illegible]

پندرہ روزہ ۱۵

تعمیر حیات لکھنؤ

۱۶ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء

جلد ۳ — شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ — شمارہ ۳

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپکا چندہ ختم ہوگیا، اب آپ سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد ارسال فرما کر مشکور فرمائیں، خاموشی کی صورت میں آئندہ شمارہ بذریعہ وی پی کیا جائیگا جسکا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ "منیجر"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ایا صوفیا"

(محمد الحسنی)

جامع ایا صوفیا کے متعلق کسی کیلئے یہ پیشگوئی کرنا آسان نہ تھا کہ اسکا بخت خفتہ اسطرح بیدار ہوگا، اور اسکو عجائب گھر اور سیرگاہ سے دوبارہ مسجد و عبادت گاہ میں تبدیل کر دیا جائیگا، حقیقت یہ ہے کہ جو کام عدنان (مندریس) اپنے پورے زمانۂ اقتدار میں نہ کر سکے وہ کام سلیمان کے رفقاء بآسانی انجام دیرہے ہیں[1]

جو لوگ جامع ایا صوفیا کی تاریخی عظمت، جدید اسلامی تاریخ میں اس کی اہمیت، ترکوں کے اس سے خاص جذباتی و نفسیاتی تعلق سے واقف ہیں۔ وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ اقدام پوری قوم کو لوٹ لے گا، حقیقت میں یہ برسر اقتدار جماعت کی ایک ایسی سیاسی و نفسیاتی فتح ہے جو آج تک کسی اور حکمراں کو حاصل نہ ہوسکی، عدنان مندریس کے بعد جنھوں نے عربی میں اذان کی اجازت دیکر قوم کے دل کو جیت لیا تھا، یہ دوسرا عظیم اور تاریخی قدم ہے جس کے اثرات بہت دن تک باقی رہیں گے اور جسکی صدائے بازگشت یورپ میں بھی سنی جائیگی۔

"ایا صوفیا نے" ترکی شعر و ادب اور رزم و بزم دونوں جگہ اسلام کی مظلومیت، اسکی عظمت رفتہ اور اسکے جمال پوشیدہ کے ایک جیتے جاگتے رمز کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ اس کا نام لیتے ہی ترکوں کے سامنے بیک وقت سلاطین آل عثمان اور خلافت اسلامیہ کی شوکت و عظمت کا ماہ تاباں ضیا پاشی کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ اور اسی طرح اتاترک کے لادینی دور میں انکی نظریں اس کو سیاہ بدلیوں میں ڈوبتے ہوئے بھی دیکھ لیتی تھیں۔ لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ بدلیاں کب چھٹیں گی، اور ایا صوفیا کے حسین و دلنواز مینارے ان بدلیوں کے کناروں سے کب بلند ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کا اندازہ اس وقت کرنا بہت مشکل تھا۔

ایا صوفیا۔ بازنطینی۔ عہد سلطنت کا سب سے بڑا کلیسا تھا، محمد الفاتح نے جب ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ فتح کیا تو اس میں کچھ تغیر کر کے اسکو مسجد میں تبدیل کر دیا اور کئی سو برس تک یہ حالت برقرار رہی، ۱۹۲۵ء میں کمال اتاترک نے اپنے "نامۂ اعمال" میں ایک اور "اصلاحی کارنامہ" کا اضافہ کیا اور اس کو عجائب گھر اور سیرگاہ بنا دیا، اور اسکے اندر نماز پڑھنا قانوناً ممنوع کر دی۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اس سلسلہ میں اپنا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ "دو ہفتے ترکی میں" لکھتے ہیں۔

"دوستوں نے بتلایا کہ جب استاذ مصطفیٰ السباعی پچھلے دنوں قسطنطنیہ آئے تھے تو انھوں نے باوجود اس علم کے کہ یہاں نماز قانوناً ممنوع ہے دو رکعت پڑھ لی تھی ہم نے بھی ارادہ کیا کہ اس سعادت سے محروم نہ رہیں، چنانچہ محراب میں پہونچکر دو رکعت کی نیت باندھ لی، گائڈ اور پہرے دار یاسک یاسک (ممنوع ممنوع) کہتا رہا مگر ہم نے نماز پڑھ لی۔"

مسیحی دنیا کو اس کلیسا سے جو تعلق تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اسکے لئے قیمتی پتھر اور آرائشی سامان دنیا کے مختلف ملکوں سے جمع کیا گیا تھا، کمال اتاترک کے اس اصلاحی کارنامہ سے "مسیحی دنیا کی بہت حد تک اشک شوئی ہوگئی" اور عیسائیوں نے سمجھ لیا کہ شاید اب اس مسجد کی قسمت پر ہمیشہ کیلئے مہر لگ گئی ہے، اس لحاظ سے یہ خبر اہل مغرب کیلئے یقیناً بہت اچنبھے کی ہوگی، اور وہ اسکو کبھی پسندیدگی یا غیر جانبداری کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکیں گے۔

ایا صوفیا کا احیاء در اصل کسی مسجد کی واگذاری اور بحالی نہیں بلکہ ایک ابھرتی ہوئی قوم اور ایک جرأت مند اور بیدار مغز قیادت کا احیاء ہے، وہ اس بات کی علامت ہے کہ ترک اپنی عظمت رفتہ کے ان مبہم نقوش کو پھر اجاگر کرنا چاہتے ہیں، جو ان کے نامور اور صاحب عزیمت سلطان محمد الفاتح نے قائم کئے تھے، قسطنطنیہ کی فتح کا سہرا محمد الفاتح کے سر ہے۔ بقیہ ص ۳ پر

[1] موجودہ وزیر اعظم کا نام سلیمان دیمرل ہے۔

قرآن کا پیام

قرآن مجید سے استفادہ ——— کے ——— شرائط وموانع

از:- مولانا ابوالحسن علی ندوی

قرآن مجید کی مخاطب پوری نوع انسان ہے لیکن جسطرح زمین کے مختلف قطعے اپنی صلاحیت کے مراتب اور اپنی پیاس اور پانی کی طلب کے درجہ کے اعتبار سے اور پھر اس سے فائدہ اٹھانے کی قوت کے لحاظ سے اس باران رحمت سے فائدہ اٹھانے میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اور جسطرح صالح سے صالح غذا مختلف انسانی معدوں میں جاکر مختلف اثر کرتی ہے اسی طرح قرآن مجید کا خطاب سب سے یکساں ہے، لیکن اس کو قبول کرنے اور اس سے مستفید ہونے کی صلاحیت سب کی یکساں نہیں ہوتی، چیز ایک ہے لیکن اس کے انسانی ظرف اور محل باہم متفاوت ہیں۔

اللہ تعالے نے قرآن مجید کے اثر و نتائج کا یہ اختلاف قرآن میں خود بیان کیا ہے اور اس کے دو متضاد اثرات کو ساتھ ہی ساتھ ذکر کیا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ (اسراء)

اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن کو جو شفا اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے اور ظالموں کے لئے وہ خسران ہی کا باعث ہوگا۔

قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ۝

آپ کہد یجئے کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان کے لئے اندھاپن اور گمراہی کا باعث ہے، ان کو دور سے آواز دی جارہی ہے

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِیْمَانًا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّهُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (توبہ ١٦)

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے تم میں سے کس کے ایمان میں سے زیادتی کی؟ پس وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے ایمان میں تو زیادتی ہوتی اور وہی عنقریب خوش ہوں گے۔ لیکن جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے تو ان کی خباثت ہی میں اضافہ ہوگا اور کفر ہی کی حالت میں مریں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا وَمَا یُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۝ (البقرع ٢)

اللہ تعالیٰ کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ وہ کوئی مثال بیان کرے، مچھر کی یا اس سے بھی چھوٹی۔ پس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہی حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے اور کافر کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے اس مثال سے کیا مراد لی ہے؟ گمراہ کرتا ہے اس سے بہتوں کو اور ہدایت دیتا ہے بہتوں کو اور گمراہ صرف نافرمانوں ہی کو کرتا ہے۔

بعض آیات میں مؤمنین اور کفار پر قرآن مجید کے الگ الگ اثر کو بیان کیا ہے۔ مؤمنین کے متعلق۔

هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ (البقرہ ١)

یہ قرآن ہدایت ہے اہل تقوی کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں غیب پر اور نماز کے پابند ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (انفال ١٢)

مسلمان تو صرف وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل کانپ جائیں اور جب ان کے سامنے اسکی آیتیں تلاوت کی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اپنے خدا ہی پر بھروسہ کرتے ہیں

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝

اللہ نے بہترین کلام نازل کیا جس کی آیتیں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں اور جو بار بار دہرائی جاتی ہیں رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اس سے ان لوگوں کے جو اپنے خدا سے ڈرتے ہیں، پھر نرم ہوجاتے ہیں ان کے جسم اور دل اور وہ اللہ کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے راہ راست پر لاتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے راہ راست پر لانے والا کوئی نہیں۔

کافروں کے متعلق

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ یَكَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا (حج ٩)

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں صاف اور واضح طریقہ پر پیش کیجاتی ہیں تو آپکے کافروں کے چہروں پر برائی محسوس کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑیں جو ان کے سامنے ہماری آیتیں بیان کرتے ہیں۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ (زمر ع ٧)

اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل تنگ ہونے لگتے ہیں۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ هَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ

اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسری کی طرف دیکھ کر کہتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے پھر چل دیتے ہیں اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے کیونکہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں۔

لیکن قرآن مجید نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مؤمنین کی اس اثر پذیری اور نفع اندوزی اور کفار کی اس بے اثری اور گمراہی میں ترقی کے ذکر کے موقع پر مؤمنین اور منکرین کے کچھ متقابل اخلاق و صفات اور عقائد و اعمال کا بھی ذکر کیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان متقابل اوصاف کو مختلف نتائج میں ضرور دخل ہے ان اوصاف کی روشنی میں ہم قرآن سے استفادہ کے شرائط اور قرآن سے استفادہ کے موانع مرتب کرسکتے ہیں اور یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ کس قسم کے اخلاق اور کس قسم کی ذہنیت اور تربیت قرآن سے مناسبت رکھتے ہیں اور اس کے سمجھنے اور فائدہ اٹھانے کیلئے معاون ہے اور کس قسم کی ذہنیت اور سیرت قرآن کی منافی ہے، اس کے لئے حجاب بنتی ہے اور اس کے متوقع اصلاحی اور انقلابی نتائج پیدا کرنے میں مزاحم ہے، اس کو مختلف عنوانوں کے ماتحت ذکر کیا جاتا ہے۔

وہ صفات جو قرآن کے فہم اور اس سے استفادہ کیلئے معاون ہیں

(١) طلب قرآن سے منتفع ہونیکی پہلی شرط یہ ہے کہ اسکی طلب پیدا ہو جس کو سرے سے اس کی طلب نہیں اسکے لئے قرآن کیا موثر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی سنت یہی ہے کہ وہ طلب پر دیتا ہے، اور طلب کی اس کے یہاں بڑی قیمت ہے، موجودہ حالت پر بے اطمینانی اور عدم قناعت، اصلاح حال کی کوشش اور راستہ کی تلاش اس کے یہاں سعادت کا پہلا قدم ہے، پہلی چیز انابت ہے دوسری چیز تغیر حال۔

وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔

اللہ لوگوں کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع ہوں بیشک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

دین میں استغنا اور بے نیازی، محرومی اور بدبختی کی نشانی ہے۔

وَمَنْ یَّسْتَغْنِ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ

اور جو اللہ تعالے سے بے نیاز ہونا چاہے گا تو اللہ سب سے بڑھکر بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ

اے لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی مستغنی اور لائق حمد ہے۔

جن لوگوں میں دین کی طلب نہیں اور دین کی طلب میں ان کے لئے کوئی کشش باقی نہیں رہی ان کے لئے فرماتا ہے:-

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا یَعْقِلُوْنَ ۔ اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ وَلَوْ كَانُوْا لَا یُبْصِرُوْنَ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ

کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں خواہ وہ بے عقل ہوں، کیا آپ ہدایت دے سکتے ہیں گمراہوں کو، اگرچہ وہ دیکھتے نہ ہوں، آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جن کے دل مردہ ہوچکے ہیں نہ آپ بہروں کو آواز سنا سکتے ہیں۔ آپ انہیں لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ فرماں بردار ہیں۔

(٢)

استماع واتباع:-

قرآن بہرحال ایک صحیفہ اور ایک تعلیم ہے اس سے منتفع ہونیکا پہلا ذریعہ یہی ہے کہ اس کو غور سے سنے جو سرے سے کان لگا کر سنتا ہی نہیں اس کے بعد کے مراحل کیا طے کرے گا۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ

آپ بشارت دیدیجئے میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو اللہ نے ہدایت دی اور یہی صاحب عقل ہیں (زمر ع ٢)

لیکن صرف غور سے سن لینا کافی نہیں جو حصہ عمل کے قابل ہو اس پر عمل کرنا ضروری ہے علم بلا عمل ایک ذہنی تعیش ہے اسی لئے استماع کے بعد اتباع کا ذکر کیا۔

(٣)

خوف:-

قرآن کی بنیاد خدا کے خیال اور اسکے خوف پر ہے جس کا دل بالکل خدا کے خوف سے خالی ہے اور جس کے لئے خدا کے نام میں کوئی اثر اور کشش نہیں اس میں درحقیقت دین کا مادہ نہیں اور وہ گویا کہ دین کے حاسہ سے محروم ہے اور جب کسی کا کوئی حاسہ گم ہو تو اسکے محسوسات کا وہ کسی طرح حس اور ادراک نہیں کرسکتا۔ قرآن نے اپنے کو ان کے لئے مفید بتایا ہے جن کے دل پر خدا کے نام کا اثر ہوتا ہے اور ان کے خاکستر میں کوئی دبی ہوئی چنگاری موجود ہے باقی جن کے دل کی انگیٹھیاں بالکل سرد ہوچکی ہیں وہ قرآن ٹھنڈے دل سے سنتے ہیں اور ان میں کوئی گرمی نہیں پیدا ہوتی۔

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ

آپ نصیحت کیجئے ان لوگوں کو جو میری وعید سے ڈرتے ہیں

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ (یٰس)

آپ انہیں کو ڈرا سکتے ہیں جو قرآن کی پیروی کریں اور خدا سے بن دیکھے خوف کریں۔

سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰی (اعلیٰ)

عنقریب نصیحت حاصل کریں گے وہ لوگ جن کے دل میں خشیت ہے۔

فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (زمر ١)

پس تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہوچکے ہیں۔

"باقی آئندہ"

بقیہ اداریہ:- اور ای شہر کی جامع مسجد ایا صوفیا کی فتح کا سہرا سلیمان ڈیمرل کے سر باندھا جاسکتا ہے کہ یہ کارنامہ ان کے برسر اقتدار آنے کے بعد انجام دیا گیا۔

محمد الفاتح سے سلیمان ڈیمرل تک بجانے کتنے حجاب اور پردے پڑچکے ہیں اور ان دونوں کی درمیانی مسافت ہر اعتبار سے بہت زیادہ ہے لیکن یہ قدم جس سمت کی طرف اٹھایا گیا ہے وہ سمت محمد الفاتح ہی تک پہونچاتی ہے، اور کیا عجب ہے کہ یہ نیا قدم اس عظیم قوم میں پھر ایسے جو انمرد اور اولوالعزم نوجوان پیدا کرے جنکے لئے نہ صرف ترکی بلکہ پورا عالم اسلام عرصہ دراز سے چشم انتظار ہے اور انکی ایک جھلک دیکھنے کیلئے بے قرار ہے

ماہِ شعبان میں نفلی روزوں کی کثرت

مولانا محمد منظور نعمانی

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِيْ شَعْبَانَ ——— (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور نفلی روزوں کے بارہ میں یہ تھا کہ آپ (کبھی کبھی) مسلسل بلاناغہ روزے رکھنے شروع کرتے یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوتا کہ اب ناغہ ہی نہیں کریں گے، اور (کبھی اس کے برعکس) ایسا ہوتا کہ آپ روزے نہ رکھتے بغیر روزے کے دن گذار تے یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوتا کہ اب آپ بلا روزے کے ہی رہا کریں گے ——— اور فرماتی ہیں حضرت صدیقہ رض کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں، اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ نفلی روزے رکھتے ہوں۔ (اسی حدیث کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ شعبان کے (قریباً) پورے مہینے ہی کے روزے رکھتے تھے)

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح: حدیث کے پہلے جز کا مطلب تو یہ ہے کہ نفلی روزوں کے بارے میں آپ کا کوئی لگا بندھا دستور و معمول نہیں تھا بلکہ کبھی آپ مسلسل بلاناغہ روزے رکھتے تھے اور کبھی مسلسل بغیر روزے کے رہتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ امت کے لئے آپ کی پیروی میں مشقل اور تنگی نہ ہو بلکہ وسعت کا راستہ کھلا ہے اور ہر شخص اپنے حالات اور اپنی ہمت کے مطابق آپ کے کسی رویہ کی پیروی کر سکے

دوسرے جز کا مطلب یہ ہے کہ آپ پورے اہتمام سے پورے مہینے کے روزے صرف رمضان کے رکھتے تھے، (جو اللہ نے فرض کئے ہیں) ہاں شعبان میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت زیادہ روزے رکھتے تھے ——— بلکہ اسی حدیث کی ایک روایت میں ہے کہ قریب قریب پورے مہینے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور بہت کم دن ناغہ فرماتے تھے۔

ماہ شعبان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زیادہ نفلی روزے رکھنے کے کئی سبب اور کئی حکمتیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے بعض وہ ہیں جن کی طرف بعض حدیثوں میں بھی اشارہ ملتا ہے، چنانچہ حضرت اسامہ بن زید کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی کے بارہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا (اس مہینے میں بارگاہ الٰہی میں بندوں کے اعمال کی پیشی ہوتی ہے میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال کی پیشی ہو تو میں روزہ سے ہوؤں

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان میں بہت زیادہ روزے اس لئے رکھتے تھے کہ پورے سال میں مرنیوالوں کی فہرست اسی مہینے میں ملک الموت کے حوالہ کی جاتی ہے۔ آپ چاہتے تھے کہ جب آپ کی وفات کے بارہ میں ملک الموت کو احکام دئیے جارہے ہوں تو اس وقت آپ روزے سے ہوں۔

اس کے علاوہ رمضان کا قرب اور اس کے خاص انوار و برکات سے مزید مناسبت پیدا کرنیکا شوق اور داعیہ بھی غالباً اس کا سبب اور محرک ہوگا۔ اور شعبان کے ان روزوں کو رمضان کے روزوں سے وہی نسبت ہوگی جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھے جانیوالے نوافل کو فرضوں سے ہوتی ہے، اور اسی طرح رمضان کے بعد شوال میں چھ نفلی روزوں کی تعلیم و ترغیب جو دوسری حدیثوں میں مذکور ہے ہے۔ اس کو رمضان کے روزوں سے وہی مناسبت ہوگی جو فرض نمازوں کے بعد والی سنتوں اور نفلوں کو فرضوں سے ہوتی ہے۔

واللہ اعلم۔

بقیہ، عبدالماجد دریابادی

نثر کی رعایت لفظی اس کمال سے استعمال کرتے ہیں کہ نظم کا مزہ آجاتا ہے۔ اور طرز تحریر اتنا دلکش ہے

بلائے جان ہے غالب اسکی ہر ایک بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا!

اور پھر لطف یہ کہ جس موضوع پر لکھیں گے اپنی انفرادیت کو قائم رکھتے ہوئے۔ طرز تحریر بھی ایسا جو موضوع سے مناسبت رکھتا ہے۔ ایک ہی قلم ہے جس نے تاریخ اخلاق یورپ بھی لکھی، فلسفہ جذبات بھی، جس نے تصوف اسلام بھی لکھی اور فلسفہ اجتماع بھی جس نے مثنوی بحر المحبت (مصحفی) مرتب و مہذب کی اور وکالات برکلے بھی سفر حجاز بھی لکھا اور سچی باتیں بھی لکھا، ان میں ہر ایک میں انفرادیت پوری شان سے قائم ہے، طرز تحریر کہیں معلم کا کہیں مترجم کا کہیں انشاء پرداز کا، کہیں ادیب کا، تاریخ اخلاق یورپ شستہ رواں ترجمہ ہے انداز تحریر باوقار اور سنجیدہ ہے، ہر مصنف کو اپنے قلم پر یہ قدرت نہیں ہوتی

مولانا کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کٹر مذہبی ہیں۔ اس کے متعلق رئیس احمد جعفری ندوی رقم طراز ہیں، "ایک بڑی چیز توازن ہے۔ کم لوگ ایسے ہیں جو اس نعمت سے بہرہ ور ہوں۔ مولانا کو خدا نے توازن کے ساتھ ساتھ وہ سلامتی فکر عطا فرمائی ہے جو افراط و تفریط سے بہت دور ہے۔ وہ کٹر حنفی لیکن غیر مقلدوں کے دشمن نہیں ہیں، وہ روتے بھی ہیں اور ہنستے بھی ہیں، رلاتے بھی ہیں اور ہنساتے بھی ہیں، ہنستے ہیں ان کے منہ سے پھول جھڑتے ہیں، روتے ہیں تو آنکھوں سے آبدار موتیوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ ہنستے ہیں تو فضا کو باغ و بہار بنا دیتے ہیں، رلاتے ہیں تو سوز و گداز پیدا کر دیتے ہیں، ان کے پاس نشاط حیات بھی ہے اور فکر آخرت بھی، وہ فکر آخرت پر نشاط حیات کو قربان نہیں کرتے، اور نشاط حیات کے مقابلہ میں فکر آخرت کو فراموش نہیں کرتے، وہ آخرت کی فکر بھی کرتے ہیں اور زندگی سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں ———" چارلس ہیلی نے مشہور ادیب ہیزلٹ کے متعلق لکھا ہے کہ گویا وہ اپنے ہاتھ میں ۲۲

بقیہ صـ پر

مُسلمانوں کی پریشانیاں اور ان کا صحیح طریقہ علاج

مولانا مدظلہ کا یہ مضمون رسالہ کی شکل میں شائع ہو چکا ہے لیکن موجودہ حالات میں اپنی افادیت اور رہنمائی کی وجہ سے دوبارہ شائع کیا جاتا ہے۔

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

(۱)

یہ حقیقت خواہ کتنی تلخ، ناخوشگوار اور بہت سے لوگوں کے لئے نامانوس ہو مگر یہ حقیقت ہے کہ آج ہم مسلمانوں میں بہت سے مشرکانہ عقائد و اعمال پائے جاتے ہیں اور شرک جلی کے وجود کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا، اس کے اعتراف کے لئے تھوڑی سی قرآن فہمی اور کسی قدر اخلاقی جرأت کی ضرورت ہے، اگر شرک کی کوئی حقیقت ہے اور وہ "عنقا" کی طرح کوئی خیالی و فرضی چیز نہیں اور اگر قوموں اور ملتوں کے لئے ایک ہی میزان عدل اور ایک ہی پیمانہ ہے تو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بہت سے مسلمان (خواہ ماحول سے متاثر ہو کر خواہ علم اور صحیح تبلیغ کی کمی کی وجہ سے) اس ذہنی گمراہی اور عملی بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے ہیں، جس کو قرآن میں صاف صاف شرک کہا گیا ہے اگر کسی کو اس میں شبہ ہو یا وہ کسی خیالی دنیا میں رہتا ہو تو کسی "مرجع خلائق" مزار پر جاکر اور کسی عرس میں شریک ہو کر دیکھ لے یا ان عقائد و خیالات کے سننے کی کوشش کرے جو بہ کثرت عوام اور کہیں کہیں خواص نے اولیاء کرام، بزرگان دین اور اپنے سلسلہ کے مشائخ کے متعلق قائم کر رکھے ہیں کہ "صفت خلق" (پیدا کرنے کی طاقت) "ایجاد عالم" اور مشکل سے ایک دو صفتوں کے علاوہ صفات و افعال الٰہی میں سے کون سی صفت اور کون سا فعل و تصرف ہے، جو انھوں نے ان بزرگوں سے منسوب نہیں کر رکھا ہے اور سجدہ سے لیکر دعا و استعانت تک کونسا معاملہ ہے جو خدا کے ساتھ ہونا چاہیئے، ایسا نہیں ہے جو انھوں نے ان کے ساتھ روا نہیں رکھا ہے، قرآن مجید ایک ہاتھ لے کر کسی بڑی بستی یا خوش اعتقادی کے کسی عالی مرکز میں چلے جائیے اندیشہ ہے کہ آپ کی زبان سے بھی بے اختیار قرآن کے الفاظ نکل جائیں کہ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ (یوسف ع ۵) ——— اور اکثر جو لوگ خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔

ایسی حالت میں خالص قرآن کی روشنی میں حفاظت اور نصرت و تائید الٰہی کی کیا امید کی جاسکتی ہے اور رہنمایان قوم کی خارجی تدبیریں کیا کارگر ہوسکتی ہیں۔ جبکہ امن و حفاظت تک کیلئے اس کی شرط کی گئی ہے کہ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ (النور ع ۱۲)

"بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں ———"

اس سلسلہ میں علماء و واعظین و واقفین حال کا جو فرض ہے وہ محتاج بیان نہیں، اور اس فرض کے "فرض کفایہ" کے درجہ میں بھی باقی نہ رہنے سے جس عمومی بازپرس اور مواخذہ کا خطرہ ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔

اخلاق و اعمال کا فساد اور اس کے بُرے نتائج

دنیا میں جس طرح اللہ کا قانون طبعی جاری و ساری ہے، ہزاروں برس سے آگ جلاتی ہے، پانی بجھاتا ہے، سنکھیا کام تمام کرتی ہے، تریاق زہر کے اثر کو دور کرتا ہے۔ دوائیں غذائیں قوت تعداد اسلحہ، محنت، تنظیم، اور زندگی گذارنے اور کامیابی حاصل کرنے کے آزمودہ اور معروف طریقے بحکم الٰہی اپنا اثر رکھتے ہیں، اسی طرح اس کا ایک اخلاقی قانون مکافات بھی ہے، اچھے برے اخلاق و اعمال افراد و قوموں کی زندگی میں اپنا اثر اور خاصیتیں رکھتے ہیں، قرآن مجید میں اقوام سابقہ کے تذکرہ میں ان کی تاثیر اور ان کے نتائج کا واضح طریقہ پر ذکر کیا ہے اور ان میں افراد اور اقوام کا انجام بتایا ہے، جنہوں نے ان اخلاق و اعمال کا مظاہر کیا، قوم ہود، قوم صالح، قوم لوط، اور قوم شعیب کا حال دیکھ لینا کافی ہے جس کے خاص امراض و احوال و اخلاق (کیرکٹر) کی نشان دہی کی گئی ہے اور ان کے ان اعمال و اخلاق کا انجام بتایا گیا ہے۔

حدیث شریف میں خاص خاص اخلاق و اعمال کا انجام اور دنیا کی زندگی میں ان کے اثرات اور خاصیتوں کا بہت صاف الفاظ میں تذکرہ ہے، کسی پر بے برکتی، کسی پر امراض و پریشانیوں کی کثرت، کسی پر کثرت اموات، کسی پر ذلت و خواری کا اور کسی پر بزدلی و مرعوبیت کا اعلان کیا گیا ہے، اس "طب نبوی" کا مطالعہ اس دور میں خاص طور پر بہت ضروری اور مفید ہے اسی طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کے ترک پر اطلاع دی گئی ہے کہ دعائیں تک مقبول نہ ہوں گی، اس کے برخلاف توبہ و انابت کی عمومی فضا پر آئے ہوئے عذاب کے ٹل جانے کی خبر دی گئی ہے، فساد عقیدہ، فساد اعمال و اخلاق کے علاوہ مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد نفاق عملی و اخلاقی میں اور خواص و قائدین کی ایک تعداد نفاق اعتقادی تک میں مبتلا ہے ایک بڑی تعداد فرائض کی تارک حتیٰ کہ اسلام کے رکن اعظم نماز سے غافل اور مستقل و علانیہ تارک صلوٰۃ ہے، ضرورت ہے کہ تمام سیاسی و اجتماعی تدبیروں کے ساتھ (اور حقیقتاً ان سے پیشتر اور ان سے زیادہ) اصلاح اعمال و اخلاق اور فرائض و ارکان دین کی پابندی کی دعوت دیجائے اور جزاء الاعمال کے اصطلاحی قانون کی روشنی میں خصوصیت کے ساتھ ان اخلاقی امراض و عملی فسادات سے ملت کو ڈرایا جائے جو بڑے مہیب اجتماعی و عمومی نتائج رکھتے ہیں اور جن کے لئے قرآن و حدیث میں نص صریح موجود ہے اور بدقسمتی سے بہت مسلمان اس میں مبتلا ہیں۔

۱؎ ۲؎ ۳؎ سورہ یونس ع ۱۰ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّا آمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۔

(کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ یقین لاتی پھر کام آیا اس کو ایمان لانا مگر یونس علیہ السلام کی قوم جب یقین لائی کھول دیا ان پر ذلت کا عذاب ——— دنیا کی زندگی میں اور کام چلایا ان کا ایک وقت تک۔

(شکیل عباسی)

وہ اور یہ

اُن کے جلوے تھے ہجرت اور جہاد
اُن کا مسلک عزیمت و حرکت
اپنی جنت سے کام ہے ان کو،
ان کا پاپوش بھی ہے آئینہ،
ان سے آباد مسند و محراب،

اِن کی معراج ہے رکوع و سجود
ان کا دستور رخصت اور جمود
ان کا مقصود خلق کی بہبود
اُن کی زلفیں بھی تھیں غبار آلود
اُن سے معمور آسماں کے حدود

اِن کے ہونٹوں پہ حرفِ ناکامی
اُن کی نظروں میں شاہدِ مقصود

الاھو

غم نہ کر تشنہ کامِ الّا ہو
ذرہ ذرہ ہے جامِ الّا ہو

ساری قیدوں سے ہو گیا آزاد
جسنے سمجھا مقامِ الّا ہو

بزمِ کونین میں بہر ساعت
صرف گردش ہے جامِ الّا ہو

سر بسر یہ نظامِ ہست و بود
ہے گرفتارِ دامِ الّا ہو

کر رہے طوافِ کون و مکاں
گردِ مہر بہ تمامِ الّا ہو

عشق کے پر لگا کے کر پرواز
ہے بلندی پہ بامِ الّا ہو

کر لے پیوستہ تو رگِ جاں میں
خنجرِ بے نیامِ الّا ہو

تشنگانِ مئے الست پیو!
بادۂ شاد کامِ الّا ہو

ہاتھ آتا ہے ترکِ ترک کے بعد
عالمِ صبح و شامِ الّا ہو

ہوش میں آئیے ذرا اے دل
کھیل ہے کیا مقامِ الّا ہو

(دل ایوبی ٹونکی)

قطعہ — ابو الاسرار رمزی اٹاوی

یقین ہی طاقت

یقیں کیسا تھا جب عزمِ جواں سے کام لیتا تھا
مسلماں مسکرا کر بجلیوں کو تھام لیتا تھا

تہلکہ سے زمین و آسماں کے دل دھڑکتے تھے
اتر کر معرکہ میں جب خدا کا نام لیتا تھا

اوقات کی کمی اور زیادتی پر نہیں اس کا دار و مدار تو کام کی نوعیت اور کام کرنے والے کی صلاحیت پر موقوف ہے بس سمجھ لیجئے ٹھیک یہی دستور روحانی دنیا میں بھی کارفرما ہے اور اسی اصول کے ماتحت وہاں بھی لوگوں کو ان کے ایمان و عمل کا اجر دیا جائے گا۔ جن لوگوں میں معرفت الٰہی کا جذبہ اور ایمانی روح کی زیادتی ہوگی قدرتی طور پر وہ خدا کے نزدیک محبوب بھی زیادہ ہوں گے اور ان کو اجر بھی زیادہ دیا جائے گا۔ شاید قرآن کریم نے آیت ذیل میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے خطبے کے بین السطور سے یہ بات بھی معلوم ہو رہی ہے کہ میدان حشر میں نہ صرف اعمال بلکہ آدمی کا ایمان اور اس کا عقیدہ بھی وزن کیا جائے گا اور اسی کے مطابق اس کو اجر بھی دیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے سائنسی دور سے پہلے کچھ لوگ اس حقیقت کے سمجھنے سے قاصر رہے ہوں لیکن، اب جبکہ خود انسان ہی بہت سی غیر مرئی چیزوں کو وزن لیتا ہے اور نہ صرف حرارت اور برودت کی گرفت اس کے لئے آسان ہو گئی ہے بلکہ وہ آواز جیسی ناقابل گرفت چیز پر بھی قابض ہو گیا ہے[۱] — اس کے لئے اعمال و عقائد کے وزن کئے جانے کی بات کیونکر ناقابل فہم اور ناقابل یقین ہو سکتی ہے وہ بھی جب معاملہ انسان کے ہاتھ میں نہ ہو خود اس کے خالق اور اس کے پروردگار کے ہاتھ میں ہو۔

بہر کیف یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ آخری امت بارگاہ ایزدی کی محبوب ترین امت ہے اور اسی محبوبیت کے اظہار کیلئے اسے "خیر امت" جیسے اونچے خطاب سے سرفراز کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے یہ صرف اسلئے نہیں کہ تمام انسانوں سے آخری امت کے انسانوں کی نسل برتر ہے بلکہ صرف اس لئے کہ یہ دین پر چلنے والی ہے جس دین کی مقبولیت کا خود خدا نے اقرار کیا ہے ——

« ان الدین عند اللہ الاسلام »

اس دین کا سب سے پہلا کلمہ ہے کلمۂ طیبہ جس کی تعریف میں خود قرآن رطب اللسان ہے" کلمۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء تؤتی اکلہا کل حین باذن ربہا " کلمۂ طیبہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اچھی ذات کا درخت ہو جس کی جڑیں زمین میں جمی ہوئی ہوں اور جس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہوں اور جو ہر وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل پر پھل لائے چلا جاتا ہو ——

ظاہر ہے ایسا کلمہ جو لوگ صدق دل سے پڑھیں گے اور اس پر ایمانداری سے عمل بھی کریں گے تو قدرتی طور پر ان کے دل میں یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ پھر ایسی نازک ترین ذمہ داری سنبھالنے کے بعد جس کی وسعت زمین کی پہنائیوں سے لیکر آسمان کی بلندیوں تک پھیلی ہوئی ہو ہمارا انجام کیا ہوگا؟

مذکورہ خطبے میں در اصل اسی سوال کا جواب ہے اور اسی سوال کا جواب ایک اور خطبے میں بھی دیا گیا ہے جسے آپ ملاحظہ کریں اور صدق دل سے کوشش کریں کہ قیامت کے دن امتِ محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی امت کے زمرہ میں ہم بھی شمار کئے جاسکیں۔

عن عبد اللہ قال خطبنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاسند ظہرہ الی قبۃ ادم فقال الا لا یدخل الجنۃ الا نفس مسلمۃ اللہم ہل بلغت اللہم اشہد اتحبون انکم ربع اہل الجنۃ فقلنا نعم یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اتحبون ان تکونوا ثلث اہل الجنۃ؟ قالوا نعم یا رسول اللہ قال انی لارجوان تکونوا شطر اہل الجنۃ ما انتم فی سواکم من الامم الا کالشعرۃ السوداء فی الثور الابیض او کالشعرۃ البیضاء فی الثور الاسود

مسلم شریف جلد ۱ ص ۳۸۱

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ آپؐ اس وقت چمڑے کے خیمے سے پشت لگائے ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا دیکھو جنت میں صرف وہی شخص جائے گا جو خدا اور رسول کا تابع فرمان ہو۔ بتاؤ کیا میں نے خدا کا پیغام پہونچا دیا؟ (حاضرین نے کہا بیشک آپ نے اپنا فرض کما حقہ پورا کیا) آپؐ نے فرمایا پروردگار تو گواہ رہ۔ پھر فرمایا کیا تم اس سے خوش ہو کہ اہل جنت کی چوتھائی تعداد ——حاضرین نے کہا ہاں ہاں ہم اسی پر خوش ہیں۔ آپ نے فرمایا تو کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ اہل جنت کی ایک تہائی تعداد صرف تمہاری ہو؟ لوگوں نے عرض کیا ہم تو اس پر بہت خوش ہیں آپؐ نے فرمایا میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مجھے امید ہے کہ جنتی لوگوں کی تعداد کے دو حصے ہوں گے آدھے میں تو حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت مسیحؑ تک کی تمام امتیں ہوں گی اور آدھی تعداد میں صرف تم لوگ ہو گے حالانکہ اور امتوں کے مقابلے میں تمہاری گنتی اتنی کم ہے جیسے سفید رنگ کے بیل پر کچھ سیاہ بال ہوا کرتے ہیں یا سیاہ رنگ کے بیل پر کچھ سفید بال۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جیسے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنتی امتیوں کی تعداد بتائی حاضرین نے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس خوشی کے عالم میں نعرہ بھی لگایا۔ اور یہ صرف اس لئے کہ خدا کے پیغمبر نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے دنیا کی ہر بات غلط ہو سکتی ہے مگر پیغمبر کا کہا ہوا غلط ہو جائے یہ ممکن نہیں۔ کاش یہی یقین اور اعتماد آج ہم کو بھی حاصل ہو۔!

[۱] یہاں مولانا بدر عالم میرٹھی کی مشہور کتاب ترجمان السنہ کے حوالے سے یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دنیا ابھی صرف آواز پر کنٹرول ہی کر سکی ہے اور صرف اس کے وجود ہی کے قائل ہوئی ہے لیکن اسلامی مفکرین آج سے سینکڑوں سال پیشتر آواز کے وجود ہی کے نہیں —— ان کی صورتوں اور شکلوں کی موجودگی کے بھی قائل تھے جس کی انھوں نے چشم دید گواہی بھی دی ہے، ملاحظہ ہو شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ۔

(بقیہ عصر حاضر)

لئے ہوئے پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مولانا دریابادی بھی فطری ادیب انشا پرداز اہل قلم وادیب ہیں۔ اسکینہ بابو اپنی تاریخ اردو میں رقمطراز ہیں۔

" مولانا کی ذات ادب اردو کے لئے باعث فخر ہے آپ کی تصانیف سے اردو ادب کو خاص فوائد پہونچتے رہتے ہیں ——"

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے

محمد الحسنی ایڈیٹر و پبلشر نے شاہی پریس لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء "ندوہ" سے شائع کیا

زندہ باد اے ایا صوفیا زندہ باد

مولانا سید محمد ثانی حسنی

لائی باد صبا صبح نو کا پیام — ختم آخر ہوئی رنج و کلفت کی شام
ہو مبارک تجھے اے ایا صوفیا — ہو گیا تیرا دورِ غلامی تمام

(۱)

یاد تجھکو ہے کیا دورِ رفتہ کی بات — سب سے بڑھکر تھا تثلیث کا تو مقام
تجھ میں بے انتہا تھے صلیبی نشاں — تجھ میں ہوتا تھا انکی پرستش کا کام
سینکڑوں سال گذرے اسی حال میں — اُف یہ دورِ غلامی یہ دورِ ظلام

(۲)

ایک دین محمدؐ کا ادنیٰ غلام — جسکا فاتح لقب تھا محمد تھا نام
ظلمتوں میں تھی جسکی خرد راہ بیں — کانپ اٹھا جسکی سطوت سے یورپ تمام
دین کا غازی اسلام کا شہسوار — صاحب عزم روشن جبیں نیک نام
پاک تجھکو کیا اس نے تثلیث سے — کر دیا تجھکو مانندِ بیت الحرام
دین اسلام کی تجھ میں محفل جمی — بادۂ عشق نبی کا چلا دورِ جام
اس نے گرجا سے مسجد بنایا تجھے — تجھ میں ہونے لگا پھر عبادت کا کام
سینکڑوں سال تجھ میں نمازیں ہوئیں — ذکر تجھ میں ہوا رات دن صبح و شام

(۳)

آگیا ارض ترکی پہ اک انقلاب — جسنے پھیلایا لا مذہبیت کا دام
ختم ترکی سے دورِ خلافت ... ہوا — اہل دین مبیں پر ہوا ظلم عام
تجھ پہ پڑنے لگی دشمنوں کی نگاہ — لٹ گئی تیری عزت گیا احترام
اہل دیں پر مصیبت کے دن آگئے — ہو گئیں انکی راتوں کی نیندیں حرام
پاک تیری فضا ہو گئی بے اذاں — ہو گیا جرم تجھ میں سجود و قیام
ہو گیا آہ منبر ترا بے خطیب — تیرا محراب بھی ہو گیا بے امام

تو تھی مسجد مگر بن گئی سیر گاہ — تجھ میں گھسنے لگے بے ادب خاص و عام
اہل ایماں کے دل ٹوٹ کر رہ گئے — ہو گیا اس سے افسردہ عالم تمام
تیرے گلشن پہ پھر سے خزاں چھا گئی — صبح رخصت ہوئی آگئی پھر سے شام

(۴)

لائی باد صبا صبح نو کا پیام — ختم آخر ہوئی رنج و کلفت کی شام
رحمتیں ہوں خدا کی سلیمانؔ پر — ملک کا جس نے آکر کے بدلا نظام
بندشیں اہل ایماں کی ڈھیلی ہوئیں — اہل حق کو ملا حریت کا پیام
کھل گئے تیرے در ایک مدت کے بعد — مل گیا اہل حق کو ترا انتظام
دی موذن نے چڑھ کر کے مینار پر — وہ اذاں کانپ اٹھا جس سے یورپ تمام
سن کے اللہ اکبر کی آواز کو — ہو گیا بے خود و مست ہر خاص و عام
سوئے مسجد چلے کیف و مستی میں سب — آنکھیں نمناک لب پر خدا کا کلام
فخر سے اہل حق نے اٹھایا ہے سر — سرنگوں ہو گئے اہل باطل تمام
آگیا لوٹ کر تیرا عہد کہن — مل گیا تجھکو پھر تیرا عالی مقام
تیرے گلشن میں کیسی بہار آگئی — سبز پتے ہوئے کھل اٹھے گل تمام
لگ نہیں سکتی تجھ کو کبھی اب نظر — تجھ کو بخشے گا اللہ نقش دوام
صبح نو تجھکو لے اپنی آغوش میں — اب نہ آئے کبھی تجھ پہ منحوس شام
مرحبا، مرحبا، مرحبا، مرحبا — حریت سے ترے ہیں سبھی شاد کام
زندہ باد اے ایا صوفیا زندہ باد — تیری عظمت تری شان پائندہ باد

کھانسونہ
ہندوستانی جڑی بوٹیوں کے ایکسٹریکٹوں کا مرکب ہے
یہ تر اور خشک کھانسی، فصلی بخار، دمہ، نزلہ، زکام
گلے کی خراش درد کے اثر وغیرہ وغیرہ امراض میں فائدہ پہونچاتا ہے
المشتہر بھارت کیمیکل اینڈ فارمیٹیکل لیبارٹری نشاط گنج لکھنؤ

۱؎ ۵۳۲ء میں ایا صوفیا کے نام سے گرجا تعمیر کیا گیا تھا ۲؎ محمد فاتح نے ۱۴۵۲ء میں اس گرجے کو مسجد میں تبدیل کر دیا ۳؎ مصطفیٰ کمال پاشا نے ۱۹۳۵ء میں عجائب گھر بنا دیا اور نماز وغیرہ ممنوع قرار دی گئی ۴؎ ۱۹۶۵ء میں سلیمان ڈیمرل کی سرکردگی میں نئی وزارت قائم ہوئی وہ اسکو مسجد بنانے کا فیصلہ کر رہی ہے

"سگانِ فرنگ"

انگلستان سے مولانا عبداللہ عباس ندوی کا ایک مکتوب

مولانا عبداللہ عباس ندوی کا ایک خط تعمیر حیات مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس مطبوعہ خط کا علم ہونے پر انھوں نے اپنے دوست اور رفیق مولانا محمد رابع ندوی استاذ ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء کو یہ دلچسپ اور بے تکلف خط لکھا! — اور اپنے گذشتہ خط کی بے تکلفی اور سادگی کی معذرت کی، لیکن مولانا کو ضرور علم ہوگا کہ خطوط کی ساری قیمت اور دلچسپی اسی بے تکلفی اور سادگی کی رہین منت ہے، اور غالب کے خطوط کا سب سے بڑا امتیاز یہی بتایا جاتا ہے۔

حسب ذیل مکتوب میں یہ عنصر بہت نمایاں ہے لیکن دلچسپ معلومات اور فکر انگیز حقائق کو اپنے دامن میں لئے ہوئے سہل ممتنع اور مفید و نافع، مولانا نے اپنے خط میں ایک جگہ "حیف بر جان سخن گر بہ سخنداں نرسد" کا مصرع لکھا ہے، مصرع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مولانا محمد رابع ندوی کی اجازت سے ہم یہ مکتوب بھی شائع کرنے کی جرات کر رہے ہیں، توقع ہے کہ یہ اس سے زیادہ شوق اور دلچسپی سے پڑھا جائے گا ——— "ایڈیٹر"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لیڈس ۱۸، نومبر ۱۹۶۵ء

محب و عزیز، سلام و رحمت، آپکے اور مولانا معین اللہ صاحب کے خطوط سے معلوم ہوا کہ میرا وہ خط آپ شائع کر بے بیباک کر چکے ہیں جو میں نے آپ نام گذشتہ ماہ بھیجا تھا یہ بات میرے لئے باعث مسرت ہونا چاہئے کہ ایک گمنام کی پبلسٹی کا ذریعہ نکل آیا، جس کیلئے میری سطح کے انسان انتہائی حریص ہوتے ہیں اور میں اس سے مستثنیٰ نہیں ہوں لیکن دوسری طرف اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ میں آپکو خط لکھنے میں بہت احتیاط کرنے لگوں گا کہ یہ خط صرف ایک محب عزیز یا حلقۂ احباب تک محدود نہیں رہیگا بلکہ پبلک میں آجائیگا، اسلئے رواں اور بے تکلف باتیں جو آپکو لکھ سکتا ہوں ان سے گریز کرنا ہوگا، میں قابل اشاعت یا برائے اشاعت خطوط لکھ سکتا ہوں، لیکن اسکے لئے وقت کی ضرورت ہے اور بہت کام کی اور مفید باتیں جس سے پڑھنے والوں کو کچھ واقعی حاصل ہو وہی لکھی جا سکتی ہیں۔

. . . .

——— خیر سنئے اسوقت

ایک دو باتیں سنانے کو جی چاہتا ہے۔ "حیف بر جان سخن گر بہ سخنداں نرسد" امید ہے کہ ان میں آپ کو قابل اشاعت بات نہیں ملے گی۔

میں ستمبر میں یہاں آیا تھا، قیام کیلئے یونیورسٹی کے ذریعہ ایک مکان کا کمرہ ملا جس میں چند دوسرے ریسرچ اسکالرس بھی مقیم ہیں، ایک تو مجھ سے بھی زیادہ معمر عراقی ہیں، لیکن میرے کمرے کے متصل ایک طرف ڈرائنگ روم ہے جہاں ٹیلی ویژن ہے، خبروں کے وقت شب میں میں بھی چلا جاتا تھا، ایک روز اسی اثنا میں کہ میں وہاں تھا ایک میم صاحبہ لینڈ لیڈی سے ملنے آئیں، اور اس شان سے کہ ایک ہاتھ میں بیگ تھا دوسرے ہاتھ میں گلے سے لگی ہوئی کتیا یا کتا، لینڈ لیڈی نے انکا استقبال کیا اور ان کے کتے کو گود میں لیا، چمکارا اور بڑی شفقت سے پوچھا کہ یہ کیا کہے جاتے ہیں؟ یعنی ان کا نام کیا ہے، مہمان خاتون نے کوئی نام بتایا، کہنے لگیں کہ مسز ...... کا کتا جاتا رہا، میں تعزیت کیلئے نہ جا سکی ——— بہت کام تھا، تار دیدیا تھا، مہمان نے جواب دیا، ہاں واقعی بیچاری کو بڑا صدمہ ہوا ہوگا، بڑا پیارا کتا تھا میں نے دل میں کہا کہ میری شامت اعمال مجھے کہاں سے کہاں کن لوگوں میں لے آئی۔ ....

.... اور کن بے سواد ناخدا ترس لوگوں کے درمیان رہنا پڑا۔ خیر وہاں جو مکانی برکتیں تھیں اب اس سے بھی محروم ہو کر ان ہی کلاب میں آنا پڑا جہاں کتے کی یہ عظمت ہے" اس روز کے بعد سے پھر اس کمرے میں نہیں گیا، مگر دوسری مصیبت سامنے آئی کہ ایک پڑوسی رات کے دو بجے آکر ٹاپ کرنے لگے، ایک دو روز صبر کیا پھر سوچا کیا کروں، پورے تعلیمی سال یہاں رہنے کا معاہدہ بذریعہ یونیورسٹی ہو چکا ہے، دفعۃً ایک قصہ یاد آیا، جو مولوی اسماعیل میرٹھی کی کسی ریڈر میں کبھی پڑھا تھا کہ کہیں ایک صاحب نیند میں خراٹے لیتے تھے کہ ان کے پاس سونے والے کو نیند نہیں آرہی تھی چنانچہ انھوں نے اٹھکر ذکر بالجہر شروع کر دیا، خراٹے لینے والے صاحب نے کہا آپ کے ذکر سے میری نیند خراب ہوتی ہے انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے نام سے آپکی نیند خراب ہوتی ہے اور آپ کے خراٹے بھر لینے سے میری نیند نہیں خراب ہوگی؟ میں نے کہا مجھے بھی یہی کرنا چاہیے، لیکن ذکر و تلاوت کی اہانت ہوگی، بلکہ یہ ناجائز ہوگا اگر اسکا مقصد غیر ذکر و تلاوت ہو، چنانچہ کتب خانہ سے دیوان متنبی اٹھا لایا اور دوسرے روز رات کے ۳ بجے جب پڑوسی اپنا ٹاپ ختم کر چکا تو میں نے اپنی پوری آواز سے

یہ قصیدہ شروع کر دیا۔

أحادٌ أم سداسٌ في أحادِ
لُيَيْلَتُنا المَنوطةُ بالتَّنادِ
كأنّ بناتِ نعشٍ في دجاها
خرائدُ سافراتٌ في حِدادِ

ایک ہی رات میں یہ نسخہ کامیاب ہو گیا، صبح اٹھتے ہی اس نے لینڈ لیڈی سے جا کر شکایت کی کہ اس انڈین کو نکالو ورنہ ہم لوگ نہیں رہ سکتے ہیں، لینڈ لیڈی آئی اس نے حسب معمول احترام سے کہا کہ آپکے پڑوسیوں کو آپ سے شکایت ہے کہ رات گئے تک آپ اپنی زبان میں شور کرتے ہیں میں نے کہا میں کیا کروں مجھے بھی یہی شکایت ہے مگر مجبوری ہے کہ جا نہیں سکتا سال بھر کا معاہدہ ہو چکا ہے اس لئے مجبور ہوں، وہ اپنا کام نہیں چھوڑ سکتے میں اپنا کام نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے کہا دو، آپ گھنٹے اور منٹ کا حساب کر لیجئے میری طرف سے اجازت ہے، چنانچہ ہفتہ پورا کر کے گیا صاحب کے بعد آج پانچ روز ہوئے الحمد للہ وہاں سے نکل آیا اور اب یونیورسٹی کے ایک ہال میں مقیم ہوں، کمرہ چھوٹا ہے مگر عافیت کا ہے۔ یہ بات اسقدر ڈرامائی طریقہ پر ہوئی کہ دل چاہتا تھا کہ کسی کو سناؤں جو شعرے لکھ رہے ہیں، پڑھئے مولانا معین اللہ صاحب اور دوستوں کو سنائیے، اگر موقع ملا تو یہاں کے حالات کچھ اس طرح لکھ کر بھیجوں گا جو اشاعت کے لائق ہوں اور اسکو آپ بلا کسی ترمیم کے شائع کر سکیں گے۔

عصرِ حاضر کا نامور انشاء پرداز

عبد الماجد دریاآبادی

محمد منصور نعمانی بھوپالی

یوں تو لکھنؤ اور اس کے قرب وجوار کے بطن سے ہزارہا اہل کمال نے جنم لیا، ہر صدی میں ایسے نفوس قدسیہ عالم وجود میں آئے جن کے فضل وکمال کا شہرہ بیرون ہند ہوا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد "قحط الرجال" کا سامنا کرنا پڑا ۱۸۹۲ء یقیناً ایک سال نیک تھا کہ اس میں عبد الماجد دریاآبادی نے اس عالم رنگ وبو میں پیکر وجود پایا۔ جس نے اسلاف کی دیرینہ روایات کو بحال کردیا جس کے چشمۂ علم سے ہزارہا تشنگان علم نے اپنی پیاس بجھائی اور بجھارہے ہیں۔

مولانا دریاآبادی ایک ممتاز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت پائی تو لکھنؤ کے کینگ کالج میں داخل ہوئے وہاں سے (بی۔ اے) کی تعلیم سے فراغت پائی۔ مولانا کے دلچسپی کے خاص مضامین فلسفہ وانگریزی تھے۔ مولانا ایک صاحب طرز انشاء پرداز ہیں۔ آپ نے علم وفکر کے ہر گوشہ میں قدم رکھا اور ہر میدان میں کامیاب وکامران ہوئے۔ اسلامی ثقافت سے آپ کو جو دلچسپی ہے وہ آپ کے حرف حرف سے ٹپکتی ہے۔ آپ کے قلم کی معجز بیانی وسحر انگیزی نے فلسفہ، نفسیات، سیاسیات، ادب وتنقید وصحافت ہر میدان میں اہل فکر واہل ذوق کے لئے دلکشی وچاشنی کا سامان فراہم کردیا ہے۔

۱۹۲۵ء میں مولانا نے ایک ہفتہ وار دینی اصلاحی پرچہ "سچ" کے نام سے نکالا۔ اس کا خاص مقصد مسلمانوں کی اصلاح خصوصیت کے ساتھ فرنگیت و مغربیت کے سیلاب سے ان کو بچانا تھا۔ اس اخبار کی خصوصیت یہ تھی، زبان بہت سہل اور دلنشین، ہوتی تھی اس سے مولانا کی انشاء پردازی کا رنگ نکھرتا ہے۔

۱۹۳۱ء میں قرآن مجید کی تفسیر کا آغاز کیا۔ اس لئے وقتی طور پر اخبار بند کردیا گیا۔ قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں مولانا نے بہت ہی اہم کارنامہ انجام دیا۔ جس پر اردو زبان صدیوں فخر کرے گی۔ تفسیر ماجدی کے نام سے عرصہ ہوا چھپ چکی ہے نیز مقبول عام ہو چکی ہے۔ دوسرا ایڈیشن زیر طبع ہے۔

۱۹۳۴ء میں یہی اخبار "صدق" کے نام سے نکلنا شروع ہوا۔ ان کی سچی باتوں اور نوٹوں کو بہت جلد ملک گیر شہرت حاصل ہوگئی۔ اخبار "سچ" کی ماسبق خصوصیات کے ساتھ ساتھ عہد حاضر کے جدید ترین فنون کے مقابلہ میں بھی اس اخبار نے نمایاں شہرت حاصل کرلی۔ اس کے علاوہ اردو کتب ورسائل پر اس کی بلند پایہ تنقیدات کی ملک میں دھوم مچ گئی۔

۱۹۵۰ء میں مولانا نے "صدق" میں حکومت پر بہت زبردست تنقید کردی اس کو مجبوراً بند کرنا پڑا چند ماہ بعد بھی یہی اخبار "صدق جدید" کے نام سے نکلنا شروع ہوا جو کہ بحمد اللہ اب بھی نکل رہا ہے۔ "صدق جدید" اردو صحافت میں ایک منفرد اور ممتاز مقام کا حامل ہے۔ ابو الکلام آزاد مرحوم، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اردو صحافت کو تہذیبی وادبی اعتبار سے جس اونچے معیار پر پہنچایا اسی معیار کو "صدق جدید" بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔ مولانا "صدق جدید" کے مدیر کی حیثیت سے ہند وپاک میں نمایاں شہرت رکھتے ہیں۔ مولانا کی تحریر کردہ "سچی باتوں" نوٹوں کو کثرت سے اخبارات نقل کرتے ہیں یہ اس کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ اس اخبار میں مولانا کے قلم سے کتب ورسائل پر تنقیدیں بھی وقتاً فوقتاً نکلتی رہتی ہیں جو اعلیٰ ترین تنقید اور انشائے ماجد کا بہترین نمونہ ہوتی ہیں۔

مولانا کے طرز تحریر کی خصوصیات، مولانا خود ایک نئے طرز کے موجد ہیں، بے ساختگی، سادگی، ٹھوس مفہوم رعایت لفظی کا وقتاً فوقتاً استعمال لیکن اس خوبی سے کہ ذرا بھی آورد معلوم ہو، مضمون کے لحاظ سے موزوں الفاظ اور فقروں کا انتخاب ان کی تحریر کا خاص جوہر ہیں۔ طنز نگاری میں آپ کا درجہ کمال کو پہونچ گیا ہے لیکن نہ تو دوسروں پر ذاتی حملے ہوتے ہیں اور نہ کسی قسم کا ابتذال۔ دقیق الفاظ، شوکت لفظی اور بلاغت کی الجھی ہوئی وادیوں سے دور روانی، جادو بیانی فصاحت، دل آویزی اور جوش کا ایک سمندر ہے جو نہ میدان جنگ کی خون آشام فضاؤں میں رکتا ہے اور نہ فلسفیت کی نازک حقیقتوں سے منہ موڑتا ہے۔ ہر فقرہ زندہ پیکر اور نیا روپ اختیار کرلیتا ہے ہر واقعہ جیتا جاگتا آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر ایک ہی بات اور ایک ہی مضمون کو ہزار بار نئی نئی ادا، نئی ترکیبوں اور نئے پیرایۂ بیان اور نئے الفاظ سے اس طرح پیش کرنا کہ ہر بار وہ بات نئی معلوم ہو، یہ مولانا کی کمال انشاء پردازی اور مہارت بیانی کا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔ موضوع کوئی ہو ادبی محاسن ہر جگہ جلوہ گر رہتے ہیں۔

نثر کی دو خصوصیات ایسی ہیں جن سے ادب کا شہ پارہ خالی نہیں ہوسکتا۔

(۱) اطناب ایجاز، مولانا کی نثر نگاری کی سب سے بڑی خصوصیت "ایجاز" ہے، زیادہ سے زیادہ طویل مفہوم کو وہ کم سے کم لفظوں میں ادا کرتے ہیں اتنے ہی الفاظ... استعمال کرتے ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی یہ بہت بڑی خوبی ہے۔ ہر ایک کو اپنے قلم پر یہ قدرت حاصل نہیں ہوتی۔

مولانا کی تصنیفات وتالیفات کثرت سے ہیں، کوئی کتاب ہاتھ میں آجاتی ہے تو بغیر ختم کئے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ مشہور کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں (۱) محمد علی ذاتی ڈائری کے چند ورق اول دوم (۲) نقوش وتاثرات حکیم الامت (۳) جغرافیہ قرآنی۔ (۴) بشریت انبیاء (۵) تشریحات ماجد (۶) انشائے ماجد (۷) مضامین عبد الماجد (۸) ڈھائی ہفتہ پاکستان میں (۹) مکتوبات سلیمانی مع دیباچہ (۱۰) سفر حجاز (۱۱) مردوں کی مسیحائی وغیرہ وغیرہ۔

مولانا کی تحریر پڑھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والا عمیق دماغ، زندہ احساس، وسیع النظر تیز ادراک رکھتا ہے۔ اس کی فکر ودماغ میں اصابت پائی جاتی ہے مولانا رئیس احمد جعفری ندوی مولانا کے طرز تحریر کے متعلق رقم طراز ہیں۔ مولانا طنزیات کے بادشاہ ہیں

اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

جسکو اُجرت زیادہ ملی مگر محنت کم کرنی پڑی

حبیب الرحمٰن ندوی

اپنے آقا ومولیٰ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے امتِ محمدیہؐ کو اگلی تمام امتوں میں جو فضیلت حاصل ہے اس کا اندازہ ذیل کے خطبہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ واضح رہے کہ یہاں خطبے میں سمجھانے کے لئے مثال کے طور پر دنیا کی کل زندگی کو ایک دن پر قیاس کرلیا گیا ہے اور اسی طرح مثال کے طور پر اجرت کی مقدار بھی ایک خاص تعین کے ساتھ بیان کی گئی ہے ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو صرف دنیا کی کروڑہا سال کی زندگی کو ایک دن پر قیاس نہ کیا جاتا بلکہ جہاں جہاں قرآن وحدیث میں نیکیوں کے بڑھنے اور اس پر بے انتہا اجر وثواب کے ملنے کی بشارت دیگئی ہے ان کا انداز بیان بھی کچھ اور ہوتا بہرکیف اس تمہید کے بعد اصل خطبہ ملاحظہ ہو۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ممبر پر کھڑے ہوکر یہ خطبہ ارشاد فرمایا ——!

انما بقاءكم فيما سلف قبلكم من الامم كما بين صلوة العصر الى غروب الشمس أعطى اهل التوراة التوراة فعملوا بها حتى انتصف النهار ثم عجزوا فأعطوا قيراطا قيراطا. ثم اعطى اهل الانجيل الانجيل فعملوا به حتى صلوة العصر ثم عجزوا فاعطوا قيراطا قيراطا. ثم اعطيتم القرآن فعملتم به حتى غروب الشمس فاعطيتم قيراطين قيراطين — قال اهل التوراة ربنا هؤلاء اقل عملا واكثر اجرا قال هل ظلمتكم من اجركم من شئ، قالوا لا فقال فذلك فضلی اوتيه من اشاء "بخاری"

اگلی تمام امتوں کی مجموعی زندگی کے مقابلے میں تمہاری مجموعی زندگی کا وقت اتنا ہے جتنا نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت۔ اہل توراۃ کو توراۃ دی گئی انہوں نے اس پر صبح سے آدھے دن تک عمل کیا پھر وہ عاجز ہوگئے اور ایک ایک قیراط (ایک وزن جو درہم کے بارھویں حصے کے برابر ہوتا ہے) ان کو دیا گیا۔ پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی اور انھوں نے اس پر عصر کے وقت تک عمل کیا اور پھر وہ عاجز ہوگئے اور ایک ایک قیراط ان کو بھی عنایت ہوا۔ مگر تم لوگوں کو قرآن دیا گیا۔ اور تم لوگوں نے اس پر غروب آفتاب تک عمل کیا مگر اس کم مدت کی ڈیوٹی کے باوجود تم کو دو دو قیراط دیا گیا۔! توریت والے کہنے لگے پروردگار ان لوگوں نے عمل تھوڑا کیا مگر ان کو اجر زیادہ ملا۔ ان کو جواب دیا جائیگا۔ یہ بتاؤ تمہارے اجر میں سے تو کوئی کمی نہیں کی گئی؟ وہ کہیں گے۔ نہیں۔ تو کہا جائے گا یہ تو ہمارا فضل ہے ہم جس کو چاہیں دیں۔

(بخاری کتاب التوحید)

تھوڑے عمل کی زیادتی کی مثال قرآن کریم میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ مومنین کی ایک مخصوص صفت کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ کہا گیا ہے۔

مثل الذين ينفقون اموالهم ...... كمثل حبة انبتت ......

—— جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی نیکی اور اس کی برکتوں کی مثال اس بیج کے دانے جیسی ہے جو زمین میں بویا جاتا ہے۔ (جب بویا گیا تھا تو صرف ایک دانہ تھا لیکن جب بار آور ہوا تو) ایک دانے سے سات بالیں پیدا ہوگئیں اور ہر بال میں سو دانے نکل آئے اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی دوگنا کردیتا ہے وہ بڑی ہی وسعت رکھنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے"۔

ظاہر ہے جب اعمال کی اجرت بیج کے دانے کی طرح بڑھتی رہے گی اور اس میں اضافہ بھی ہوتا رہے گا تو تھوڑے عمل کا زیادہ بن جانا بالکل یقینی ہے۔ تاہم قابل غور بات یہ ہے کہ یہ زیادتی اور یہ کثرت اسی وقت تو ممکن ہے۔ جب خود بیج بھی اپنے اندر پھلنے پھولنے اور بار آور ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مطلب یہ کہ اچھا عمل کرنے والا جو اچھا عمل کرے اس میں اس کی نیت بھی درست ہو کسی قسم کی ریاکاری اور دنیوی نفع اندوزی کی اس میں کوئی آلائش نہ ہو۔

خطبے میں اگر کہا گیا ہے کہ امت محمدیہؐ کو بارگاہ ایزدی میں دوگنا اجر دیا جائے گا تو سوچنا یہ چاہئیے کہ وہ خود اس کی مستحق بھی ہوگی جبھی اس کو یہ اعزاز ملے گا۔

بہرکیف ہمیں صرف اپنے اوپر قیاس کرکے پوری امت کو قیاس کرلینا بھی درست نہیں اور کسی بھی حال میں مذکورہ اجر سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، کیونکہ —— امتِ محمدیہؐ تو مثل وسیع آسمان کے ہے جس میں ایک سے ایک آفتاب وماہتاب اور روشن ستارے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مجموعی حیثیت سے جب سبکو انعام دیا جائیگا تو اس میں ہم جیسے بدنصیب لوگ بھی شامل کئے جاسکتے ہیں۔ خدا کی رحمت سے یہ کوئی بعید نہیں اسلئے ہمیں بہرحال اسی کے فضل وانعام کی توقع رکھنی چاہئیے۔ ضرورت ہے تو بس یہ کہ ہم کم ازکم اپنے آپ کو اس قابل بنائے رکھیں کہ کل قیامت کے دن امت محمدیہؐ میں ہمارا شمار بھی ہوسکے۔

ڈیوٹی کے اوقات کی کمی اور اجرت کی زیادتی کا جہاں تک تعلق ہے ہم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے عہدہ داروں کی تنخواہ اگرچہ ان کے ماتحت تمام ملازمین سے زیادہ ہوتی ہے مگر ان کی محنت اور ان کی ڈیوٹی کا وقت ان کے ماتحت تمام ملازمین سے کم ہوتا ہے۔ یہی مغربی دنیا کا دستور ہے اور یہی مشرقی دنیا کا بھی۔ یہاں تک کہ اگر آپ بڑے بڑے عہدہ داروں کی محنت کا ان کے چپراسیوں کی محنت سے موازنہ کریں تو چپراسیوں کے مقابلہ میں ان کی محنت کو صفر کا درجہ بھی دینا آپ کے لئے مشکل ہوجائے گا مگر اس کے باوجود آپ کے ذہن میں یہ خیال کبھی نہیں آئے گا کہ چپراسیوں کی اجرت یا تنخواہ کم کیوں ہے؟ اور کم کام کرنے والے ان کے حاکموں اور افسروں کی تنخواہ زیادہ کیوں ہے؟ ظاہر ہے کہ تنخواہ کا جہاں تک تعلق ہے وہ محنت اور مشقت یا کارکردگی کے

سرمایہ داری ایک غیر اسلامی نظامِ معیشت

عبد العلیم بستوی

دنیا میں امیر و غریب ہمیشہ سے برسرِ پیکار رہے ہیں۔ اور روزِ اول سے لیکر اب تک جتنے تمدن وجود میں آئے ان میں لامحالہ دو طبقے پیدا ہو جاتے ہیں، ایک طبقہ تو نہایت دولت مند ہو جاتا ہے جس کے خزانوں کے لئے پوری روئے زمین بھی ناکافی ہوتی ہے اور دوسری طرف وہ غریب ہو جاتے ہیں جن کے پاس کھانے کے لئے ایک سوکھا ٹکڑا اور سونے کے لئے ایک بالشت زمین بھی نہیں ہوتی ہے۔ دولت مند طبقوں کی خودغرضی خودپسندی، اور عیاشی اس حد تک پہونچ جاتی ہے کہ وہ اپنے بھوکے اور ننگے بھائیوں کے لئے روٹی کا ایک ٹکڑا اور کپڑے کا ایک چیتھڑا دینے کے روادار نہیں ہوتے، یونان و روما کی سلطنتیں انھیں مشکلات سے دوچار ہوئیں، یورپ و امریکہ کی موجودہ فضا میں آج بھی اب دہوا اقتصادی مشکلات کے ابر و باد کا طوفان برپا کر رہی ہے، مزدور اور سرمایہ دار باہم دست بگریباں ہیں، موجودہ علم الاقتصاد کا سب سے اہم مسئلہ یہی ہے کہ افرادِ قوم میں بہ لحاظ فقر و دولت کیونکر ایک تناسب قائم کیا جائے، اس کے لئے آج تک نہلزم، سوشلزم، نیشنلزم، فاشزم، بالشوزم اور نہ جانے کتنے نظریاتِ عالم وجود میں آئے، اپنی اپنی جولانیوں کا مظاہرہ کیا اور چند لمحوں کے لئے دنیا کی نظروں کو اپنی تابندگی کے سامنے چکاچوند کر دیا۔ لیکن جلد ہی فنا کی راہوں پر گامزن ہو گئے، اس کے بعد پھر وہی گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں اور انہی ظلمات کے تھپیڑوں میں انسانیت غوطے لگانے لگی۔ لیکن آج جو نظریات انسانی دنیا کے مرکزِ توجہ بنے ہوئے ہیں وہ دو ہیں ایک تو سرمایہ داری اور دوسرے اشتراکیت اور ان دونوں کے مقابلہ میں تیسرا حل اسلام کا ہے۔

سرمایہ داری: سرمایہ داری کا بنیادی نظریہ ہے کہ ہر شخص جو کچھ کمائے اس کا تنہا مالک و متصرف ہے وہ جس طرح چاہے کمائے اور جس طرح چاہے صرف کرے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان خودغرضی اور بخل و حرص کی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، ایک طرف تو معاشی نقطۂ نظر سے دولت کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ ملک کی ساری دولت پر مالدار طبقہ مالک و متصرف ہو کر اپنے ذاتی مفاد کے لئے جس طرح چاہتا ہے خون چوستا ہے۔ دوسری طرف وہ غریب و نادار طبقہ ہو جاتا ہے جس کے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ وہ دولت کی اس مسابقت میں حصہ لے سکے اور مالداروں کی آنکھوں سے آنکھیں ملا سکے۔ اب اسکی فلاح و بہبودی کا واحد ذریعہ یہی رہ گیا کہ وہ اپنے دل و جان سے سرمایہ دار کی عیش پرستی میں ممد و معاون ہو جائے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اس کے سپرد کر دے۔ سرمایہ داری کے اس نظریہ سے ایک طرف تو کارخانہ دار اور زمیندار پیدا ہوتے ہیں تو دوسری طرف بالکل نادار اور قرضدار۔ ایسے نظام کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ باہمی ہمدردی و ترحم کا جذبہ ختم ہو جائے گا، امدادِ باہمی کی اسپرٹ مفقود ہو جائے گی۔ مالدار کے لئے تو عیش و تنعم کے سارے اسباب فراہم ہوں، وہ اپنے محلوں اور کوٹھیوں میں دادِ عیش دیں، اس کے برعکس محتاج کے لئے عرصۂ حیات تنگ ہو جائے یہ نظام نہ تو فطرتِ انسانی کے موافق ہے اور نہ مصلحتِ ربانی کو پسند ــــ!

افراط و تفریط کے اس غیر متوازن کیفیت سے جہاں دلوں میں حسد و کینہ کے جذبات نشوونما پاتے ہیں وہیں نہ جانے کتنے اور مفاسد وجود پذیر ہوتے ہیں، جب انسان کے بدن میں خون زیادہ ہو جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ رگیں پھٹ جائیں گی اور انسان نہایت درد و الم کے ساتھ موت کے منہ میں چلا جائے گا۔ بعینہ اسی طرح دولت کی یہ بہتات اور بے پناہ کثرت مفسدِ نفس، اور مہلکِ عیش کوشی یا اتباعِ شہوات کی شکل اختیار کرے گی، اور پھر وہ بے کھٹکے اعلان کرے گا۔ ع

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

مزید براں اسکو معاشرہ کے غریب طبقوں میں کھل کھیلنے کا موقع مل جائے گا اور یہ طبقہ اپنی دولت کی خواہشات کی تسکین اور ان کے کبر و غرور کی پیاس بجھانے کی خاطر آبرو فروشی، عصمت و عفت کی تجارت، اور خوشامد و تملق کے ذریعہ اپنے ضمیر اور خودی کو بھینٹ چڑھا کر سرمایہ داروں کی دلجوئی کی کوشش کرے گا۔ اور پھر بدکاری، جوا، شراب قماربازی، بردہ فروشی جیسے شرمناک معائب ظہور پذیر ہوں گے۔

دوسری طرف معاشرہ کا وہ نادار طبقہ ہوتا ہے جو اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے چند ٹھیکروں کے محتاج ہوتے ہیں، ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ یا تو وہ بغض و حسد کی آگ میں جلتے رہیں یا احساس کمتری کے مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ خود اپنی نظروں میں حقیر ہو جاتے ہیں، ان کا انسانی ضمیر فنا ہو جاتا ہے، انسانیت کے جوہر ان سے سلب ہو جاتے ہیں۔ اور وہ گوشت پوست کے ایک پتلے بن کر رہ جاتے ہیں۔ ان کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ جاہ و منزلت کے ان غاصبوں کو خوش کرنے کے لئے عفت و عصمت کی بھینٹ چڑھائیں۔

دولت کی اس بے لگام بہتات کے بعد سرمایہ دار کی حرص و آز میں دن بدن اضافہ ہوتا جائیگا۔ اور پھر اس کا بنیادی مقصد یہ ہو جائے گا کہ "ھل من مزید" کا نعرہ لگاتے ہوئے وہ معاشرہ کی بچی کھچی دولت کو اپنے قبضہ میں کرنے کی کوشش کرے۔ پھر حصولِ جاہ و زر جس کا بنیادی مقصد ہو اس کے لئے کون ضمانت لے سکتا ہے کہ وہ حلال ہی طریقے سے کمائے گا۔ اور پھر چاہے اس سے کمپنیاں قائم کی جائیں، تجارت کی جائے یا بینک کھولے جائیں، ان سب کے اندر ایک ہی سوچ سرگرمِ عمل رہے گی۔ اور وہ ہے دولت سے مزید دولت پیدا کرنا "اکتساب المال بالمال" پھر خواہ وہ تجارتی لین دین کے ذریعہ ہو یا سود کے ذریعہ اس لئے کہ سرمایہ دار کے نزدیک سود اور تجارت دو لازم و ملزوم چیزیں ہیں بلکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں "انما البیع مثل الربوا" سرمایہ دار بلا سود کے تجارت کا تصور بھی نہیں کر سکتا، گویا کہ سود اس دولت کے شکار کے لئے ایک دام ہمرنگِ زمین ہے جس کے لئے شکار کو مغالطہ دینے کی بھی ضرورت نہیں، قسمت کے مارے محتاج جوق در جوق خود بخود اس میں پھنستے چلے جائیں گے۔ ان کی ضروریات خود بخود ڈھکیل کر آگے بڑھا جائیں گی۔

ظاہر میں تجارت، حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات

اشتراکیت: اس کے بالمقابل ایک اشتراکی نظامِ معیشت ہے۔ اس نظام میں ذاتی و شخصی ملکیت کوئی چیز نہیں، زندگی کے تمام وسائلِ ثروت پورے معاشرہ کے مشترک ہیں۔ کسی فرد کو ذاتی طور پر اس میں تصرف کا چنداں حق نہیں ہے ــــ سرمایہ داری اور اشتراکیت میں بعد المشرقین ہے سرمایہ داری میں ساری دولت اور وسائلِ ثروت چند غاصبوں کے قبضہ میں ہوتے ہیں، اور معاشرے کا ایک بڑا طبقہ ان کا دستِ نگر بن کر رہ جاتا ہے۔ لیکن اشتراکیت میں سرے سے ملکیتِ شخصی کا وجود ہی نہیں، پھر اس کی گنجائش ہی کہاں رہ گئی کہ وہ استعمالِ زر کے لئے تگ و دو کرے۔ سرمایہ داری ملکیتِ شخصی کو تسلیم تو کرتی ہے لیکن اسکو بالکل بے قید و بند چھوڑ دیتی ہے۔ اسی طرح معاشرے کے اندر ایک ناسور جنم لیتا ہے جس سے ایک طرف تو دولت کی ریل پیل ہو جاتی ہے اور دوسرا طرف جمہور کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی ہے۔ تقسیمِ دولت کا یہ غیر متوازن نظریہ جن مہلک نتائج کو سامنے لاتا ہے ان کے تصور سے انسانیت کی چولیں ہل جاتی ہیں۔ لیکن اس کے برعکس اشتراکیت افراد کو شخصی ملکیت سے محروم کر کے چند جابروں کے آہنی پنجوں میں جکڑ دیتی ہے۔ اشتراکیت کا یہ نظریہ نہ صرف یہ کہ فطرت کے خلاف ایک جنگ ہے بلکہ کسی انسانی کے لئے تباہ کن اور پوری تمدنی زندگی کے لئے موت کا پیغام ہے۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ تقسیمِ دولت کے اس نظریہ کو بروئے کار لانے کے لئے چند افراد کا انتخاب کرنا پڑے گا۔ لیکن جب تمام ذرائعِ معاش ان کے قبضہ میں ہوں گے تو ساری بنی نوعِ انسان ان کی مٹھی میں مجبورِ محض ہو کر رہ جائے گی، پھر ان کے ساتھ طاقت اور حکومت بھی ہوگی، اس لئے کسی کو ان کے خلاف پر مارنے کی بھی گنجائش نہ رہ سکے گی، اشتراکیت کا یہ نظریہ تمام سرمایہ داروں کو ختم کر کے ایک بڑا سرمایہ دار پیدا کرتا ہے، یہ نظریہ دراصل پہلے نظریہ سے بھی زیادہ بھیانک اور تباہ کن ہے جو درحقیقت ایک شدید ترین ڈکٹیٹرشپ کا متقاضی ہے۔ اشتراکیت کا یہ نظریہ دراصل صدیوں پرانے زرتشت کے نظریے کی بازگشت اور مارکس و اینگلز کی تخیلی صلاحیتوں کا پرفریب کرشمہ ہے۔

اسلامی نظریۂ معیشت

ان دو غیر فطری اور اقتصادی و معاشی نظاموں کے درمیان اسلام ایک معتدل نظام پیش کرتا ہے۔ اسلام نے نہ تو سرمایہ داری کی طرح ساری دولت کو چند جابروں کے قبضہ میں آنے کا موقع دیا اور نہ اشتراکیت ہی کی طرح ساری دولت کو معاشرے سے چھین کر چند ڈکٹیٹروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ ساری دولت کو چند غاصب اپنے قبضہ میں کر کے پورے معاشرے کو جبر و تشدد کے تحت پاؤں میں پیستے رہیں۔ ساتھ ہی اسلام نہ صرف یہ کہ شخصی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے بلکہ دولت کو اللہ کا فضل قرار دے کر اکتسابِ دولت کی تعلیم دیتا ہے۔ "فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ"۔ اسلام دولت کی اس غیر مساوی تقسیم کو فطری قرار دیتا ہے۔ "واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق"۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اسکو آزمائش بھی قرار دیتا ہے۔ "لیبلوکم فیما آتاکم"۔ مزید برآں یہ بھی پابندی لگا دیتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری کی ساری دولت امراء و اغنیاء میں سمٹ کر رہ جائے اور محتاجوں کو ان کا حق نہ مل سکے۔ "کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم"۔ ساتھ ہی ساتھ اسلام دولت کی گردشِ مدام کے لئے باضابطہ قوانین مرتب کرتا ہے اور اس کے آمد و خرچ پر سخت قسم کی پابندیاں عائد کر دیتا ہے۔

سب سے پہلے آپ اکتسابِ مال کے اسلامی پابندیوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ ہر وہ طریقہ جس سے ایک شخص کا فائدہ ہو اور دوسرے کا نقصان، وہ اسلام میں قطعاً ناجائز و حرام ہے۔ اسلام کہتا ہے "لا ضرر ولا ضرار"۔ "لا تظلمون ولا تظلمون"۔ اسلام ہر شخص کو اکتسابِ مال کی پوری آزادی دیتا ہے، لیکن قانونِ الٰہی کے مقرر کردہ حدود کے اندر۔ قرآن کہتا ہے۔

"یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما۔"

یہ آیت دراصل اسلامی نظریۂ معیشت کی منی فیسٹو ہے۔ اس کے علاوہ اسلام ان تمام طریقوں کو حرام قرار دیتا ہے جن سے معاشرہ کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو۔ شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں نہ صرف یہ کہ اسلام میں حرام ہیں بلکہ ان کا بنانا، بیچنا، خریدنا، رکھنا، سب کچھ حرام ہے۔ اسلام زنا، رقص و سرود اور اس قسم کی ساری چیزوں کو اور ان سے حاصل کردہ زر و مال کو حرام قرار دیتا ہے کاروبار میں بددیانتی اسلام کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے "ویل للمطففین" اور "من غش فلیس منی"۔ ذخیرہ اندوزی اور احتکار اسلامی نقطۂ نظر سے تجارت کی آزادی کا خون ہے ــــ اسلام کہتا ہے "من احتکر فھو خاطئ" اور "من احتکر طعاما اربعین یوما فقد بری من اللہ وبری اللہ منہ"۔

رشوت معاشرہ کا ایک ایسا روگ ہے جس کی وجہ سے عدل و انصاف کا توازن کسی صورت میں برقرار نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اسلام نے اس کی سختی سے بیخ کنی کر دی ہے۔ "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس" اور "الراشی والمرتشی کلاھما فی النار"۔

سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت میں سود ایک عنصرِ عظیم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر سود نہ ہو تو سرمایہ داری کا تار و پود بکھر جائے۔ لیکن اسلامی نظامِ معیشت اس کو حرام اور غیر انسانی فعل قرار دیتا ہے، بلکہ اسلام اس حرکتِ قبیحہ کے مرتکب کو اللہ اور اس کے رسول سے برسرِ پیکار سمجھتا ہے۔ "یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ" اور دوسری جگہ کہتا ہے "فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ"۔

اکتسابِ مال کی ان سخت پابندیوں کے بعد عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بھی انسان جو دولت اکٹھا کرتا ہے۔ اسلام اس کو جمع کرنے اور خزانہ بنانے سے منع کرتا ہے۔ بچت کو جمع کرنا اور جمع شدہ دولت سے مزید دولت پیدا کرنا یہی سرمایہ داری کا اصول الاصول ہے۔ مگر اسلام سرے سے اس کی جڑ ہی کاٹ دیتا ہے۔ "والذین یکنزون الذھب والفضۃ ... فبشرھم بعذاب الیم"

ندوہ کیا ہے؟

اس نظم کو میں نے بزمانۂ طالب علمی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مشاعرہ منعقدہ ۱۳/دسمبر ۱۹۲۸ء میں پڑھا تھا۔

(سید محمد عبد الغفار ضیا ندوی مجددی مہتمم مدرسہ عربیہ بدریہ بستی)

آہ وہ دور کہ جب ہند پہ تھے ہم حاکم — عدل و انصاف سے تھی اپنی حکومت قائم
غیر بھی ہم کو سمجھتے رہے عادل دائم — اپنی فیاضی میں تھے اُن کیلئے ہم حاتم

ہائے یہ دور کہ محتاج و پریشان ہیں ہم
چند پیسوں پہ فروختہ ایماں ہیں ہم

ہائے وہ دور کہ وحدت تھی ہماری مشہور — سارے عالم میں شجاعت تھی ہماری مشہور
علمی دنیا میں لیاقت تھی ہماری مشہور — دوسری قوموں میں عزت تھی ہماری مشہور

آہ یہ دور کہ الفت کا نشاں ہم میں نہیں
دینی خودداری و عظمت کا نشاں ہم میں نہیں

ان کا کیا ذکر کہ جن میں نہیں کچھ بھی تہذیب — ذکر اُن کا ہے کرینگے جو ہماری تادیب
یعنی علماء میں بھی باقی نہیں کوئی ترتیب — کرتے ہیں پردے میں تعمیر کے دینی تخریب

رہنماؤں کا ہے یہ حال خدا خیر کرے
قوم کی قوم ہے پامال خدا خیر کرے

عین اس حال میں اک اور یہ آفت آئی — جانب غرب سے تہذیب کی لعنت آئی
ذوقِ علمی کے عوض ہم میں جہالت آئی — شمعِ توحید بجھی کفر کی ظلمت آئی

یعنی الحاد نے برباد کیا ایماں کو!
کفر مجبور پہ تیار کیا انساں کو!

عارضی اسکی چمک لوگوں کو اتنی بھائی — ایک مخلوق کی مخلوق ادھر کھنچ آئی
نذرِ ایمان کیا دولتِ دنیا پائی! — اپنی اس دین فروشی پہ بہت اترائی

ڈوب کر بحرِ ضلالت میں وہ سب بھول گئی
خالقِ ارض کا بھی پاسِ ادب بھول گئی

پھر بھی جن لوگوں کے سینوں میں ہے توحید کا نور — یقیں انکو کہ وہ وقت بھی آئیگا ضرور
ہوگی اللہ کو جب عام ہدایت منظور — دین کے حفظ پہ کردے گا کسی کو مامور

فتح حق ہوگی اسی وقت زمانے پہ عیاں
اور ہو جائے گی باطل کی حقیقت عریاں

الغرض غیرتِ حق میں ہوئی جنبش پیدا — اور کچھ لوگوں کو ایماں نے تیار کیا
تاکہ اسلام کی ہو ان کے ذریعہ سے بقا — نام مٹ جائے زمانے سے فساد و شر کا

ندوۃ العلماء انھیں لوگوں کی مجلس کا ہے نام
اے ضیاء اُن کی مساعی سے ہر باطل ناکام

گفتگو

اطہر غوری سلطان پوری

گلوں کے ساتھ رہ کر بھی چبھن کی بات کرتے ہیں
چمن والے بھی تخریبِ چمن کی بات کرتے ہیں

جو کر سکتے نہیں تمیزِ نور و ظلمتِ محفل
وہ رونقہائے شمعِ انجمن کی بات کرتے ہیں

تصور کی یہ رفعت مرحبا صد مرحبا ساقی
ترے میکش کسی ساغر شکن کی بات کرتے ہیں

الٰہی خیر فرما اپنے ان مجبور بندوں کی
جو آغازِ سفر ہی میں تھکن کی بات کرتے ہیں

یہ عقل و ہوش سے عاری ہیں کہئے بھی تو کیا کہئے
کہ تیشہ تک نہیں اور کوہکن کی بات کرتے ہیں

بلا کی شان رکھتے ہیں جنونِ عزم کے حامل
اسیرانِ قفس کس بانکپن کی بات کرتے ہیں

بدل دینگے نظامِ میکدہ وہ دن بھی آئے گا،
ابھی ہم منزلِ دار و رسن کی بات کرتے ہیں

گلوں کا ذکر تو کیا ہم تو ہیں ان لوگوں میں اے اطہر
کہ جو خاروں میں رہ کر بھی چمن کی بات کرتے ہیں

سفر کی پریشانیاں؟

اکثر سفر کے دوران آب و ہوا کی تبدیلی کا پہلا اثر حلق کی خراشش۔ نزلہ۔ زکام اور کھانسی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

شربت نزلہ

ان تمام تکالیف کو فوراً دور کرتا اور آرام پہنچاتا ہے

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (یو۔پی)

لکھنؤ کمشنری کیلئے سول ایجنٹ **اودھ جنرل** اسٹورس امین آباد لکھنؤ اسٹاکسٹ کے خواہش مند حضرات خط و کتابت کریں۔

طلبہ کا صفحہ

ہندوستان میں اشاعتِ اسلام اور صوفیاء کرام

شہاب صدیقی متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ہندوستان کی ملکی فتوحات کا سہرا اسکندر اسلام سلطان محمود غزنوی کے سر ہے اور مستحکم و مستقل اسلامی حکومت کے قیام کی سعادت سلطان شہاب الدین محمد غوری کے حصہ میں آئی ہے۔ لیکن اس مفتوحہ علاقے کی روحانی، ایمانی، اور اخلاقی فتح سلطان بوریہ نشین خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں کا پھل ہے۔

ہندوستان پر یکے بعد دیگرے مختلف سلطنتیں قائم ہوتی رہیں، محمود غزنوی سے لیکر مغل سلطنت کے آخری دور تک یہ "اسلامی حکومت" ہی کے نام سے یاد کی جاتی رہی، لیکن باوجودیکہ ہندوستان مسلم حکومت تھی لیکن اسلام کی اشاعت اور ترویج دین میں اسکا کوئی حصہ نہ تھا، اور میرے خیال میں سوائے چند حکمرانوں کے بقیہ پورا زمانہ آجکل کی نام نہاد مسلم حکومتوں سے زیادہ نہ تھا، اشاعت اسلام اور ترویج دین میں اہم ترکوششیں خواجہ معین الدین چشتی رح کی ہیں جن کی ابدی آرامگاہ آج بھی اجمیر میں مرجع خاص و عام بنی ہوئی ہے۔ ہندوستان کی فتح سے قبل اسلام کے چار مشہور روحانی سلسلے یعنی قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، وجود میں آچکے تھے اور پھل پھول رہے تھے، اپنے اپنے وقت پر ان میں سے ہر ایک کے فیض سے ہندوستان فیضیاب ہوا اور ہندوستان کی تعمیر اسلامی اور تشکیل روحانی میں ان سب کا برابر کا حصہ ہے، روحانی فتح اس سرزمین پر اسلام کا پودا نصب کرنے میں خواجہ معین الدین پہلے نمبر پر ہیں، پھر آپ کی روحانی اولاد کا نمبر آتا ہے جنھوں نے دعوت اسلام و اشاعت میں اپنا فرض ادا کیا، پھر خواجہ قطب الدین رح بختیار کاکی کو لیجئے جنھوں نے بذاتِ خود اور اپنے خلفاء و مریدین کے ذریعہ اشاعت اسلام کا ایسا کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر ملنا دشوار ہے، پھر ان کے خلیفہ خواجہ فرید الدین گنج شکر ہوئے جن کے متعلق تاریخ اسلام اور ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب کے لاکھوں بلکہ بیشمار غیر مسلم آپ کی فیض صحبت مشرف بہ اسلام ہوئے۔

داعیانِ اسلام میں حضرت نظام الدین محبوب الٰہی جو کہ ہندوستان کے مشہور بزرگ اور اشاعت اسلام کے نہایت زبردست رکن مانے گئے ہیں جنکا ابتدائی زمانہ غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت میں شروع ہوا سلطان علاؤ الدین خلجی جلال الدین و قطب الدین خلجی جیسے عظیم سلاطین کو بھی جب کبھی کسی امر میں دشواری آتی تو اسی گدا گر کی کٹیا پر حاضر ہو کر قدمبوسی کے متمنی ہوتے تھے اور دعاؤں کی بھیک مانگتے تھے، ہندوستان میں تمام علماء و صوفیاء و بزرگان میں حضرت محبوب الٰہی رح کی عظمت تسلیم کی گئی ہے، اور ان کی بے لوث جد و جہد تبلیغ و اشاعت اسلام کو سراہا گیا ہے جب علاؤ الدین خلجی نے دکن فتح کیا تو یہی بزرگ تھے جنھوں نے بذاتِ خود اور مریدین و مجازین کے ذریعہ دکن میں اشاعت اسلام کا کام انجام دیا، گجرات، احمد آباد، حیدرآباد اورنگ آباد، صوبہ بمبئی اور دکن میں اشاعت و ترویج کا سب بڑا کام انھیں صوفیاء کرام و مشائخ کے ہاتھوں پورا ہوا۔ اسی طرح فخر الدین چشتی رح جو کہ چشتیہ نظامیہ کے آخری دور کے مجدد کہلائے، انھوں نے ہندوستان میں اشاعت و تبلیغ کو بے پناہ قوت بخشی۔

ہندوستان میں اشاعت و تبلیغ اسلام کے مہکتے ہوئے چمن زار کے یہ چند نمایاں پھول ہیں، خدا جانے اسی چمن زار میں ابھی کتنے ایسے پھول موجود ہیں جو خار دار جھاڑیوں کو مسکن بنا کر خاموشی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے اور جنہوں نے اپنے کو بھی نمایاں نہ کیا۔

یہ مسلم امر ہے کہ کوئی سلطان یا حکمراں اشاعت اسلام میں وہ کردار نہ ادا کر سکا جو ان فقیروں اور درویشوں نیز ان سرو سامان بوریہ نشینوں نے پوری تندہی سے انجام دیا۔ سیر الاولیاء کے مصنف فرماتے ہیں کہ:

ہندوستان اپنے آخری مغربی کناروں تک کفر و شرک فسق و فجور کی بستی تھی، امراء و جاگیر دار انا ربکم الاعلےٰ کی صدائیں لگا رہے تھے، لوگ اینٹ، پتھر، درخت، جانور، حتیٰ کہ گوبر تک کے سامنے سربسجود تھے ان بزرگوں کا آنا تھا کہ ملک کی تاریکی نور اسلام میں بدل گئی، ان کی کوششوں اور تاثیر کا کرشمہ تھا کہ جہاں شعائر شرک نظر آتے تھے وہاں مسجد و محراب و منبر نظر آنے لگے، اس ملک میں جس کو دولت ایمان ملتی ہے اور جو بھی اس سے فیضیاب ہوگا نہ صرف وہ بلکہ اس کی اولاد در نسلیں انھیں صوفیاء اور اولیاء اللہ کے احسانات سے زیر بار ہونگی۔

استری سُدھا

استری سدھا ہندوستانی جڑی بوٹیوں کے ستوں کا مرکب ہے جس کو آیورویدک طریقہ سے تیار کیا گیا ہے، جس کو صرف بالغ عورتیں ہی استعمال کر سکتی ہیں۔ یہ دوا عورتوں کے پوشیدہ امراض جیسے لکوریا (سیلان رحم) بے قاعدگی ایام یا درد کے ساتھ "غدود رحم کا سوجنا، اور مقدار سے زیادہ خون آنا وغیرہ وغیرہ کے دور کرنے میں بھی مدد کرتی ہے اور عورت کی تندرستی بڑھانے اور بانجھ پن کو دور کرنے میں بھی مدد کرتی ہے۔

تیار کردہ

بھارت کیمیکل اینڈ فامیسیٹکل لیبارٹری نشاط گنج لکھنؤ

ترقی کی طرف ایک اور قدم

لکھنؤ کمشنری ایجنٹ **اودھ جنرل** اسٹورس امین آباد لکھنؤ اسٹاکسٹ کے خواہشمند حضرات خط و کتابت کریں